ماہنامہ

رائے بریلی

پیام عرفات

شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنزِلَ فِیهِ القُرآن
هُدًی لِلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِنَ الهُدَی وَالفُرقَان

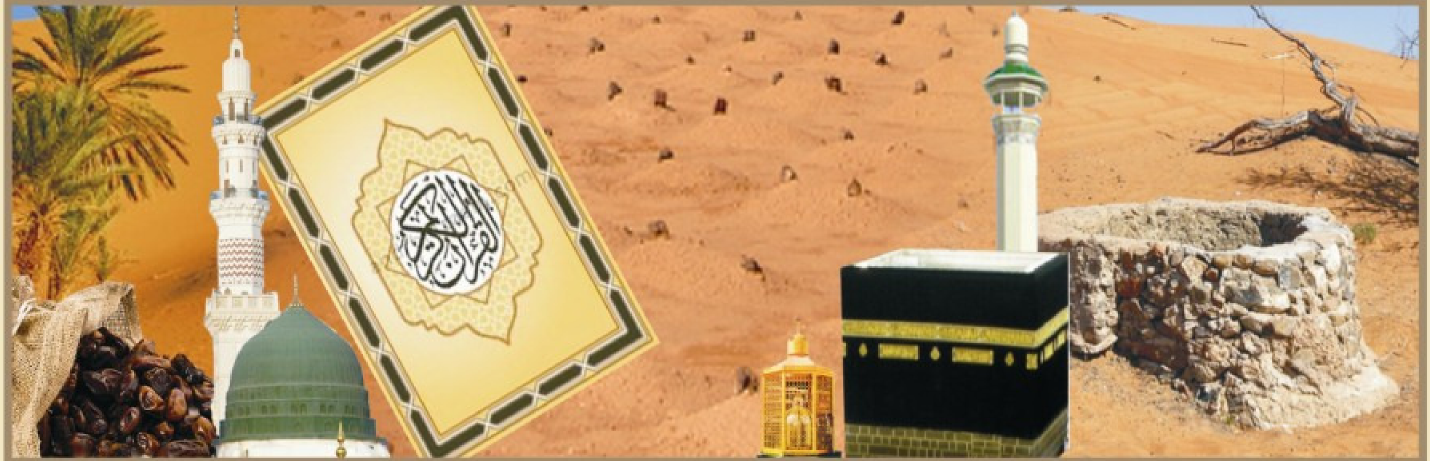

JULY 12

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي
دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

₹ 10/-

رمضان

کو روزہ کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا؟

’’اللہ تعالیٰ سے روزے رمضان میں فرض کیے ہیں، اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو برکتوں اور سعادتوں کا اجتماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا اور گم کردہ راہِ انسانیت کو ’’صبح صادق‘‘ نصیب ہوئی، اس لیے یہ عین مطابق تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے اسی طرح اس مہینہ کو بھی۔ جس میں ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی صبح ہوئی۔ پورے مہینہ روزے کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، خاص طور پر اس وقت جب کہ رحمت وبرکت، روحانیت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا، اور بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے۔

روزہ اور قرآن کے درمیان بہت گہرا تعلق اور خصوصی مناسبت ہے اور اسی لیے حضور ﷺ رمضان میں تلاوت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے، لیکن رمضان میں جب جبرئیلؑ آپ ﷺ سے ملنے آتے تو اس زمانے میں سخاوت کا معمول بڑھ جاتا، جبرئیلؑ رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے، اس وقت جب جبرئیلؑ آپ ﷺ سے ملتے آپ ﷺ سخاوت، داد ودہش اور نیکی کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی تیز نظر آتے‘‘۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(اسلام کا تعارف: ۶۱-۶۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

جلد نمبر ۴ | جولائی ۲۰۱۲ء - شعبان ۱۴۳۳ھ | شمارہ نمبر ۷

فہرست مضامین

آؤ ایمان تازہ کریں ۲
بلال عبدالحی حسنی ندوی ....

نزول قرآن کا مقصد اور حاملین قرآن کی ذمہ داریاں ۳
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ....

رمضان المبارک - مسلمانوں کی بڑی دینی دولت ۵
مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ....

مغرب کی اسلام دشمنی میں میڈیا کا رول ۷
مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی ....

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے ۹
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ....

رمضان المبارک - فضائل و چند مسائل ۱۳
مفتی راشد حسین ندوی ....

ماہِ رمضان - ایک نعمت، ایک امانت ۱۶
عبدالسبحان ناخدا ندوی ....

آپ کے دینی سوالات اور ان کے جوابات ۱۸

عبادات میں اعتدال ضروری ہے ۱۹
محمد نفیس خاں ندوی ....

مرکز

الإمام أبي الحسن الندوي

سرپرست

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ
(صدر، دارِ عرفات)

نگراں

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ
(جنرل سکریٹری، دارِ عرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی
مفتی راشد حسین ندوی
عبدالسبحان ناخدا ندوی
محمود حسن حسنی ندوی
محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

فی شمارہ: ۱۰ روپئے — سالانہ: ۱۰۰ روپئے

www.abulhasanalinadwi.org
Fax: 0535-2211386
Mail: markazulimam@gmail.com

مرکز الامام أبي الحسن الندوي دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی) ۲۲۹۰۰۱

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الامام أبي الحسن الندوي، دارِ عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

اداریہ

آؤ ایمان تازہ کریں!

بلال عبدالحی حسنی ندوی

موجودہ صدی کو اسلامی بیداری کی صدی کہا جاتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جتنی وسعت کے ساتھ اس دور میں علمی ودعوتی کام ہوا ہے وہ شاید گذشتہ صدیوں میں نہیں ہوسکا، قدیم مخطوطات کی تحقیق واشاعت ہو یا اہم موضوعات پر محققانہ وفاضلانہ کتابوں کی تصنیف وتالیف، جا بجا دینی ودعوتی مراکز کا قیام ہو یا مدارس ومکاتب کا نظم وانتظام، مساجد کی تعمیر وترقی کا سلسلہ ہو یا اسلامک سنٹرس میں تعلیم وتربیت کا کام، جتنے وسیع پیمانہ پر آج یہ مراکز نظر آرہے ہیں اس کا پہلے تصور بھی مشکل تھا، یہ بھی درست ہے کہ یہ ایک خوش آئند اقدام ہے اور اس سے ایک عمومی بیداری پیدا ہوئی ہے، لیکن شاید یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایمان ویقین کی جو کیفیت پہلے تھی وہ آج دکھائی نہیں دیتی، بڑے سے بڑے واقعات گذر جاتے ہیں لیکن قلب ودماغ پر وہ اثرات نہیں پڑتے جو پہلے پڑا کرتے تھے، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حرارت ایمانی سرد ہوتی جارہی ہے۔

حضرات صحابہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تو کہتے ہیں کہ ان کو سب سے زیادہ ایمان کی فکر تھی، وہ صحبت نبوی ﷺ کے فیض یافتہ اور حقیقت دین سے سب سے زیادہ واقف تھے، اس ایمانی تحریک کے علاوہ نہ ان کو کسی تحریک کی ضرورت تھی نہ کسی انجمن سازی کی، زمانہ جتنا زیادہ آفتاب رسالت سے دور ہوتا گیا عمومی طور پر نور ایمانی میں کمی ہوتی گئی، آج حالات یہاں تک بدل چکے ہیں کہ ساری توجہ اسباب ووسائل اور مظاہر پر دی جاتی ہے، حقیقت اور مغز کی فکر کم سے کم رہ جاتی ہے، ترتیب کے پلٹ جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت کوششوں کے بعد بھی حالات جوں کے توں ہیں۔

ایمان کو تازہ کرنے کے لیے سب سے زیادہ ضرورت اہل ایمان کی صحبتوں کی ہے، شمع سے شمع جلتی ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ آج اس کا احساس بھی ختم ہوتا جارہا ہے، اگر اس کی ضرورت بتائی بھی جائے تو چند استہزائی کلمات کہہ کر رخ بدل دینے کی کوشش کی جاتی ہے، دین اور دینی کاموں میں بھی خالص میکانیکی طرز وانداز اس طرح داخل ہوتا جارہا ہے کہ حقیقت وروح سے وابستگی کم سے کم رہ جاتی ہے۔

ایمان کی روشنی بڑھانے اور بیٹری چارج کرنے کا بہترین موقع رمضان مبارک کا مہینہ بھی ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں دل کی زمین نرم ہوجاتی ہے، اس میں ہل چلانا اور اس کو کاشت کے قابل بنانا آسان ہوجاتا ہے، شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور عمومی فضا آداب وبندگی کی بن جاتی ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر پورے مہینہ سال بھر کا انتظام کرلیا جائے تو اس سے اچھا شاید کوئی موقع نہ ملے، حدیث میں اس شخص کو بددعا دی گئی ہے جس کو رمضان مبارک کا مہینہ ملے اور وہ اپنی مغفرت کا سامان نہ کرسکے۔

بری عادتوں کو ختم کرنے کا بھی یہ بہترین موقع ہے، اس زمانہ میں نظام کی تبدیلی سے یہ اندرونی تبدیلیاں بھی قدرے آسان ہوجاتی ہیں، اگر پہلے ہی سے پورے عزم وارادہ کے ساتھ اس کا استعمال کیا جائے اور پورا مہینہ استقلال کے ساتھ گذارنے کی کوشش کی جائے تو کچھ بعید نہیں کہ یہ ایک بہترین انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ تاریخ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہتوں کی زندگی کے لیے یہ ایک بہترین موڑ ثابت ہوا ہے، کتنوں کی کایا پلٹ گئی ہے لیکن اس کے لیے کچھ ارادے اور کچھ عمل کی ضرورت ہے، یقیناً اگر اس کے لیے کوشش کی جائے گی تو ایمان ویقین کی شمع فروزاں ہوگی اور ہماری ایک بہت بڑی کمی دور ہوگی، اور اس سے امت کو ایک نئی طاقت ملے گی۔

زمانہ بھی مبارک ہو اور اس کے ساتھ نیک صحبت بھی میسر آئے تو یقیناً ایمان کی تجدید کے لیے یہ سونے پر سہاگہ ہے، اچھے ماحول میں آدمی بنتا ہے، نیکیاں جڑ پکڑتی ہیں، خیر کا رنگ چڑھتا ہے اور پختہ ہوتا ہے، دیہات کے رہنے والے ایک صحابیؓ کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک کی بعض راتیں گذارنے کے لیے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں حاضر ہوتے اور رات بھر مسجد نبوی میں قیام کرتے، پھر واپس تشریف لے جاتے۔ اہل زمانہ کے ہزار بگڑ جانے کے باوجود اب بھی اہلِ حق موجود ہیں اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ قیامت تک حق والے باقی رہیں گے، اگر رمضان کی مبارک راتیں ان اہل حق کے جوار میں گذر جائیں تو کوئی کتنا بھی گیا گذرا ہو ایمان کی سوغات لے کر ہی پلٹے گا، اور اسے ایمان کی تازگی کا احساس ہوگا۔

نزول قرآن کا مقصد

اور حاملین قرآن کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورة الجمعة:۲)

اللہ تعالیٰ کے کلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز خواہ وہ حفظ ہو یا تجوید، تفسیر ہو یا قرآن مجید کی تلاوت، بڑی معزز اور مکرم چیز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ساتھ ہی آپ ﷺ کے منصب نبوت کے فرائض اور اس کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرمایا: ”وہ پاک ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا، جو ان کو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کی تربیت فرماتا ہے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر چہ وہ اس سے پہلے بڑی کھلی گمراہی میں تھے“۔

منصب نبوت اور اس کا کام

رسول اللہ ﷺ کے منصب نبوت کے چار شعبہ ہیں، جو گویا چہارگانہ ہیں:

تلاوت آیات: تلاوت آیات پہلا فریضہ اور پہلا شعبہ ہے، یہ بھی اتنی اہم چیز اور ایسا بلند فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے شعبوں میں سب سے پہلے اسی کو ذکر فرمایا ہے۔

تزکیہ نفس: دوسرا شعبہ ”یزکیھم“ نفوس کی تربیت کرنا، مہذب بنانا، اخلاق رزیلہ سے نکالنا، اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنا، اور وہ وصف پیدا کرنا جس کا قرآن مجید میں دوسری جگہ ذکر ہے: ”اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی، اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا، اور کفر وفسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی، ایسے لوگ راہ راست پر ہیں“۔ (الحجرات:۷)

نزول قرآن کا اہم ترین مقصد: قرآن مجید کے نزول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ الفاظ وحروف کی شکل میں کتابوں میں اور اس کے بعد سینوں میں محفوظ ہو جائیں کہ لوگ اس کو پڑھ سکیں، اور اس کو سنا سکیں، اس کو یاد کریں، اور پڑھتے رہیں، بلکہ نزول قرآن کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح ہو، قلب اور نفوس کی اصلاح ہو، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں فریضوں کی تکمیل فرمائی، صحابہ کرام آپ ﷺ کی اس محنت کا زندہ ثبوت تھے، ان کے نفوس کیسے مصفی تھے، ان کی کیسی تربیت ہو چکی تھی کہ کفر وشرک کی نفرت ان کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی، اور ایمان کی محبت اور ایثار کا مادہ ان پر غالب آچکا تھا، خدمت خلق کا جذبہ ان کے اندر نمایاں تھا، ان کے اندر سے نفسانیت کا کانٹا نکل چکا تھا، حب دنیا ان کے اندر سے بالکل ناپید ہو چکی تھی، حب جاہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، صحابہ کرام میں سے ایک ایک رسول اللہ ﷺ کے منصب تزکیہ کا زندہ ثبوت ہے۔

تعلیم کتاب: تیسرا شعبہ کتاب وحکمت یعنی کتاب کی تعلیم دینا، پہلے قاری تلاوت کرتا ہے، پھر تزکیہ کا عمل کرتا ہے، اس میں قرآن کریم کی تفسیر، اس کے حقائق کا بیان، اس کے علوم کا اظہار، اور مقاصد قرآن کی تشریح وتفصیل سب شامل ہے: ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعة:۲) (ان کو سکھاتے ہیں علم اور حکمت) پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ قرآن کریم کے طالب علموں، اس کے حاملین اور سامعین میں تفقہ پیدا کیا جائے، یہ وہ چیز ہے جس کی طرف اشارہ ہے: ”من يرد الله به خيراً يفقه في الدين“ (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے)۔

یہ درحقیقت حامل قرآن کے فرائض چہارگانہ اور حامل قرآن کی ذمہ داریاں اور اس کے کمالات اور اس کی سیرت ہے، اس کے بعد صحابہ کرام میں جو علماء تھے، اور جن کے علم کی خود رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی، اور جن حضرات کی طرف رجوع ہونے کا مشورہ دیا، مثلاً حضرت ابی بن کعبؓ آپ ﷺ نے ان کی بہت تعریف کی

ہے، اوران کی خصوصیت بیان کی ہے کہ قرآن کریم سے ان کو خاص مناسبت تھی، حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے قرآن کریم کا بہت بڑا علم رکھتے تھے، حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے قرآن کریم پڑھنے کی تعریف آپ ﷺ نے خود فرمائی تھی، حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق آپ ﷺ نے دعا فرمائی: "اللهم علمه الكتاب وفقهه فی الدين" (اے اللہ ان کو کتاب کا علم عطا فرما اور دین کی سمجھ دے)، یہ حضرات ان چاروں صفات کے جامع یعنی قرآن کریم کے قاری تھے، اور معلم الکتاب بھی تھے، اور معلم الحکمت بھی اور مُزکّی بھی تھے۔

حامل قرآن کی ذمہ داریاں: اصل میں حامل قرآن کا کام صرف تلاوت، اس کو پڑھ کر سنا دینا، صحیح طور پر یاد کر لینا اور اس کو صحت کے ساتھ ادا کر دینا اور کسی مجلس میں کسی جلسہ میں قرآن کریم پڑھ دینا نہیں ہے، بلکہ حامل قرآن کریم کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس شخص کو عذاب دیا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا، وہ رات کو سویا رہا یہاں تک کہ صبح کی نماز قضاء ہوگئی، قرآن مجید کی بڑی ذمہ داری ہے اس کو یاد کرنے کی، اور اس کو یاد رکھنے کی، اس پر عمل کرنے کی، یہی وجہ تھی کہ جب جنگ یمامہ پیش آئی جو اسلام کی شدید ترین جنگوں میں ایک جنگ ہے، جس میں زور کا رن پڑا، اور گھمسان کی لڑائی ہوئی، اور کشتوں کے پشتے لگ گئے، بس ایک موت کا بازار گرم تھا، اور کسی طرح فیصلہ نہیں ہوتا تھا کہ میدان جنگ میں ایک صحابی نے للکارا، اور کہا اے حاملین قرآن! اور وہ لوگ جن کے سینوں میں قرآن ہے قرآن پر عمل کر کے دکھاؤ، اور قرآن پر قربان ہو جاؤ، اس لیے کہ اگر یہ ارتداد کا فتنہ نہ ختم ہوا تو قرآن کا باقی رہنا مشکل ہے، چنانچہ جو حفاظ تھے وہ آگے بڑھے، اور فیصلہ کر لیا، بے جگری کے ساتھ لڑے، اور پروانوں کی طرح نثار ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ☆ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ☆ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ☆ كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ (سورة العبس: ۱۳-۱۶)، معلوم ہوا کہ حاملین قرآن کی یہ تصویر "کرام بررہ" ہونا چاہیے، حاملین قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتوں کی صف ہے، بلکہ معلوم ہوا کہ جو قرآن کریم کو اٹھانے اور سینے میں رکھنے کا حوصلہ کرے تو اس کو ایسا بننا چاہیے، ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (سورة الواقعة: ۷۹)، اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اس قرآن کریم کو مطہر ہی چھوئیں، صحابہ کرامؓ میں جو لوگ قرآن مجید کے حافظ ہوتے اور جن میں قرآن مجید کا علم ہوتا تھا، وہ ممتاز اور اپنے اخلاق وتقویٰ اور عبادت میں دوسرے سے بڑھے ہوئے ہوتے تھے، اس لیے حضور اکرم ﷺ جب میدان احد میں شہداء کی لاشوں کو دفن کرنے لگے تو قرآن مجید جس کو زیادہ یاد ہوتا اس کو پہلی صف میں رکھتے جاتے، اور فرمایا کرتے: "يؤمكم من اقراكم" (امامت وہ کرے جو زیادہ پڑھا ہوا ہو)، تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خالی حافظ ہو، جس کو قرآن کریم کا علم زیادہ ہو، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حفاظ کی بڑی ذمہ داری ہے۔

قرآن کریم کی دولت سب سے بڑی دولت ھے:
میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہ سوچ لیں کہ آپ کے سینے میں اللہ کا کلام ہے، سرِ الٰہی ہے، علم الٰہی ہے، علم اعظم ہے، لوگ اسم اعظم کے پیچھے پڑتے ہیں، آپ کے سینے میں علم اعظم ہے، اسی علم اعظم میں اسم اعظم بھی ہے، آپ تو حامل علم اعظم اور حامل اسم اعظم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی فضیلت میں فرمایا: "ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی" اور میں نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے، بلکہ "الف" ایک حرف ہے، "لام" ایک حرف ہے، "میم" ایک حرف ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے:

"خيركم من تعلم القرآن وعلمه"

دیکھیے قرآن کریم کے کیسے کیسے فضائل ہیں، اگر حافظ تیس پارے پڑھے اور رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں پڑھے اور مسجد میں رمضان کی راتوں میں پڑھے اور اس کے بعد سو دو سو پانچ سو روپیہ معاوضہ لے حیرت کی بات ہے، کیسے ایک انسان اس پر تیار ہو سکتا ہے، ایک بزرگ کا واقعہ ہے ایک روز بہت جوش میں آ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اگر کوئی پورا ایک ملک پیش کر دے اور کہے پوری سلطنت لے لو، اور ایک مرتبہ اللہ کہنے کا ثواب مجھے دے دو واللہ میں راضی نہیں ہوں گا............

(بقیہ صفحہ: ۶ پر)

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

رمضان المبارک

مسلمانوں کی بڑی دینی دولت

ماہ رمضان مسلمانوں کی ایسی دینی دولت ہے جس سے ان کو مختلف النوع فوائد حاصل ہوتے ہیں، عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے متعدد گوشے اصلاح ودرستگی کے عمل سے گذرتے ہیں، آپس کی ہمدردی غم خواری، تعاون اور انسانی احساسات کی صحیح کارفرمائی کا یہ بہترین موقع ہوتا ہے چنانچہ رمضان المبارک کے زمانہ کو صحیح طریقہ سے گذارنے کے بعد ایک مسلمان عبادت کی شاندار ادائیگی کے ساتھ غفلتوں، انسانی کدورتوں اور ترش مزاجی کی کیفیت سے پاک ہوکر نکل سکتا ہے، روزہ دار کو ایک ماہ تک ان تمام باتوں سے پرہیز کرنا ہوتا ہے جو انسان کے نفس کو موٹا اور اس کی طبیعت کو اچھے انسانی اخلاق سے برگشتہ بناتی ہیں اس کو ایک طرف اپنے پروردگار کے سامنے بندگی کی ذمہ داریوں کو انجام دینے کا بھرپور موقع ملتا ہے دوسری طرف اپنی انسانی برادری کے ساتھ ہمدردی اور دلداری کے حقوق بھی ادا کرنے ہوتے ہیں، بندگی کے اظہار میں عمل عبادت کے ساتھ اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے اپنی راحت اور اپنی مرضی کو قربان کرنا ہوتا ہے، اس قربانی میں نفس کی قربانی بھی ہوتی ہے اور بدنی راحت کی بھی قربانی ہوتی ہے، اس کے اختیار کردہ معمولات میں فرق لے آیا جاتا ہے، کھانے پینے کے وقفوں کو طویل کردیا جاتا ہے اور ان کے اوقات میں بھی تبدیلی کردی جاتی ہے، وہ جس وقت کھانا کھاتا تھا اس وقت اس کو روک دیا جاتا ہے اور جس وقت وہ عموماً نہیں کھاتا اس وقت اس کو کھانے کا وقت بتایا جاتا ہے، اس کے لیے طلوع فجر سے قبل جب کہ اس کے بیدار ہونے سے کم ازکم گھنٹہ دو گھنٹہ قبل کا وقت ہوتا ہے، اٹھ کر کھانا کھانا تجویز کیا جاتا ہے اور جب وہ دن کے اوقات میں اپنی راحت کے مطابق کھانا کھایا کرتا ہے، ان اوقات میں اس کو منع کردیا جاتا ہے، پھر سورج غروب ہوتے ہی اس کو کھانے کی صرف اجازت ہی نہیں ملتی بلکہ اس وقت اس کے لیے یہ کام اجروثواب کا کام قرار دیا جاتا ہے، پھر یہ سلسلہ پورے ایک ماہ چلتا ہے، اس سلسلہ میں کھانے کے علاوہ پانی پینے کو بھی شامل کیا جاتا ہے، اس طرح روزہ دار کو اپنے پروردگار کے حکم پر بھوکا پیاسا رہنا ہوتا ہے اور پھر اسی کے حکم سے کھانا پینا اختیار کرنا ہوتا ہے، روزہ کی یہ پابندیاں اپنی نوعیت کی خاص قسم کی پابندیاں ہیں۔ دوسرے مذاہب میں ایسی جامعیت وسیع دائرہ کی نہیں ملتی، پھر اسلام میں اس طرح کی پابندیوں کو صرف کھانے پینے تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ ان کے دائرے کو آپس کی ہمدردی، بھائی چارہ اور ضرورت مندوں کی ماڈی مدد تک پھیلا دیا گیا ہے، بھوک پیاس کے دائرے سے وسیع کرکے خواہش نفس ونفسانیت کے دائرے تک وسیع کردیا گیا ہے، دوسرے کی برائیوں اور کمزوریوں کا تذکرہ، جھوٹ اور غلط بات کا منھ سے نکالنا، نفسانیت کے کام کرنا، بہت بُرے عمل قرار دیے گئے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں کی ضرورت کی فکر کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور اپنے مال کو دوسرے کی مدد میں صرف کرنا، وہ اچھے کام ہیں جن کی اس مہینہ میں بہت تاکید کی گئی ہے۔

روزوں کو ظاہری طور پر دیکھنے میں تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ صرف کھانے پینے میں چند رکاوٹوں پر عمل کرنے کا کام ہے، لیکن یہ درحقیقت چند در چند رکاوٹوں پر عمل کرنے کا کام ہے، جن میں نفس کشی اخلاقی شائستگی انسانی ہمدردی اور بھائی چارہ داخل ہے، رمضان المبارک کا یہ مہینہ درحقیقت پروردگار کے سامنے بندگی کے اظہار کا ایک ماہ کا ایک خاص تسلسل ہے جو گیارہ مہینوں کے وقفہ سے ہر سال آتا ہے، اس میں رکھے

جانے والے روزوں میں ایک مسلمان اپنے پروردگار کی مرضی کے حصول کے لیے اپنی زندگی کو گہری تابعداری اور تعمیل حکم میں ڈھالتے ہیں، اس کی اہمیت وعظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ پروردگار نے اس عمل کی جزا خصوصی طور پر اپنی طرف سے دینا رکھی ہے جو عام قاعدوں سے ہٹ کر دی جائے گی، روزوں کے اس مہینہ کی برکت وعظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں بڑے شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور بندگان خدا کو ان کے شر سے محفوظ کردیا جاتا ہے، اس مہینہ کو روزوں کے علاوہ کئی اہم اسلامی خصوصیات ومواقع کے ساتھ وابستہ بھی کیا گیا ہے، اس ماہ میں قرآن مجید نازل ہوا جو آخری اور جامع ترین کتاب ہدایت ہے۔

قرآن مجید کا اسی ماہ کے ساتھ خاص تعلق ہے، خود اللہ تعالی نے اس ماہ کی یہ عظیم خصوصیت بتائی ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (سورة البقرة:۱۸۵) کہ رمضان کا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور اس میں ہدایت کی روشن باتیں ہیں اور حق وباطل کے درمیان فرق واضح کرنے والا ہے۔

قرآن مجید شروع سے آخر تک حرف بحرف پروردگارِ کون ومکان کے الفاظ میں ہے، انسانوں کو یہ کلام سننے اور زبان سے اس کو ادا کرنے کی سعادت ایسی سعادت ہے کہ کوئی دوسری سعادت مشکل سے اس کے مساوی ہوسکتی ہوگی، اس سعادت کی یہ علامت ہے کہ اس کے ہر حرف کو منھ سے ادا کرنے پر دس نیکیاں حاصل ہوسکتی ہیں، پھر صرف یہی نہیں کہ مسلمان ان عظیم ومتبرک الفاظ کو اپنی زبانوں سے ادا کرتے ہیں بلکہ ان الفاظ وعبارتوں کے ذریعہ دلوں اور دماغوں کو اعلی غذا بھی فراہم کی گئی ہے، فرمایا کہ ﴿هُدىً وشِفَاء﴾ (سورة حٰم سجدة:٤٤) کہ اس کلام الٰہی میں اچھی باتوں کی رہنمائی اور صحت بخش چیزیں ہیں۔

بقیہ: نزول قرآن کا مقصد اور حاملین قرآن کی ذمہ داریاں

اور ایک ایک حرف اللہ کا کلام ہے، اور اس عالم میں سب سے بڑی قیمتی چیز جس کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے، اور جو سب سے بڑی دولت اس آسمان کے نیچے ہے، وہ قرآن کریم ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کو کلام قدیم کہتے ہیں، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ متکلم ہے، اور یہ اس کا کلام ہے، اس سے بڑھ کر تو کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی، اس لیے اپنی قدر خود کرنا چاہیے، اور سمجھنا چاہیے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے، اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے تو آپ کے قدم زمین پر نہ پڑیں، کسی امیر کی کسی دولت کی وقعت آپ کے دل میں نہیں ہوسکتی، اگر ہوتی تو ہزار بار استغفار کرتے ،ارے میرے دل میں، میرے سینے میں اللہ کا پورا کلام ہے، اور میں اس تاجر کو، اس وزیر کو، معزز سمجھتا ہوں۔

حضرت حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے تھے کہ میرا دشمن میرا کیا بگاڑیں گے، میری جنت تو میرے سینے میں ہے، وہ مجھ سے کیا چھینیں گے، میں تو اپنی جنت لیے پھر رہا ہوں، اللہ کا کلام اور اللہ کا علم میرے سینے میں ہے، میرا باغ تو میرے ساتھ ہے، وہ مجھے کیا قید کریں گے، میں تو بالکل آزاد ہوں، جہاں رہوں گا آزاد رہوں گا۔

ایک مرتبہ میں حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا جارہا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس سفر میں قرآن مجید میں جو بات حاصل ہوتی ہے اور سمجھ میں آتی ہے وہ گھر پر نہیں آتی، تو حضرت خوش ہوئے اور دوسروں کو مخاطب کیا کہ دیکھو مولانا کیا کہہ رہے ہیں یہی سچی بات ہے۔

جہاد میں جن لوگوں نے قرآن کریم کو سمجھا تھا، اور خدمت کے میدانوں میں جنھوں نے قرآن کریم کو سمجھا تھا، اور محنت کے میدانوں میں جنھوں نے قرآن کریم کو سمجھا تھا، ان کی سمجھ تو ہمارے یہاں قرآن کریم پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتی ، قرآن کریم کی مناسبت پیدا کرنے کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو قرآن کریم کی تعظیم کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کا لطف لینے کی اور اس سے قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

مغرب کی اسلام دشمنی میں میڈیا کا رول

جب جب مسلمانوں نے قرآن کریم کی بے حرمتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے خلاف احتجاج کیا، مغربی میڈیا کا جوش قابل دید ہوگیا، پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا دونوں ہی نے مسلمانوں کے خلاف اس موقع کا بھرپور استعمال کیا، گویا انھیں اپنے اخبار کو سنسنی خیز بنانے کے لیے گرم موضوع مل گیا، اور مسلمانوں کے احتجاج کو دقیانوسیت و رجعت پسندی سے تعبیر کیا اور اسے آزادی رائے پر حملہ قرار دیا۔

مغربی میڈیا کا یہ ہمیشہ کا رویہ رہا ہے کہ اس نے مسلمانوں کی نمائندہ شخصیات کو مجروح کرنے کی کوشش کی اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کا کام کیا، اور اس نے کبھی اس کے نتائج پر غور نہیں کیا، نہ صحیح غلط کی اس نے تحقیق کی، نہ صحافت کے اصول و شرائط کا پاس رکھا، بلکہ ایسی خبروں کو مزید مرچ مسالہ لگا کر اولین صفحات پر شائع کیا۔

مغربی میڈیا کی جانب داری اور اس کی اسلام دشمنی اس وقت کھل کر سامنے آجاتی ہے جب کوئی اسلامی شخصیت کسی غلط رجحان کے خلاف یا سماج میں پھیلی بے حیائی کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتی ہے، اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتلاتی ہے، میڈیا اسے عوام کے سامنے ایک منفی عنصر کی طرح پیش کرتا ہے، اس کے خلاف محاذ قائم کرتا ہے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ریڈیو اور ٹیلی ویزن کے ذریعہ یہ موضوع عالمی موضوع بنا دیا جاتا ہے، بلکہ یہ موضوع ایک فیصلہ کن موضوع قرار دے دیا جاتا ہے، جس پر ہر شخص اپنی رائے دینے کو ضروری سمجھتا ہے، اور جس کو اس موضوع سے جتنی واقفیت ہوتی ہے، علمی حلقہ میں جتنا مقام حاصل ہوتا ہے' اسلام دشمنی میں جتنا معروف ہوتا ہے' اتنے ہی اس کے مضامین شائع کیے جاتے ہیں، اس کی رائے کو عوام کی رائے قرار دے دیا جاتا ہے، اس کے افکار کو عوام کے افکار سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور طویل گرما گرم بحث کے بعد یہ رائے سمنے آتی کہ مسلمان جہاں بھی رہتے ہیں انتشار پیدا کر کے رہتے ہیں، اور ہمیشہ مغربی افکار و خیالات پر تنقید کرتے ہیں جن کے بغیر آج کے دور میں ترقی ناممکن ہے۔ ایسے منفی نظریات اور امین حقائق کے خلاف باتوں پر اگر مسلمان پر احتجاج بھی کرتے ہیں تو اس کا پیمانہ نہایت محدود ہوتا ہے، کیونکہ میڈیا کی طاقت ان کے پاس نہیں ہے۔

اسلام مخالف مغرب کے نظریات کو اس واقعہ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک معروف مغربی قلمکار نے ایک اخبار میں یہ لکھا کہ مسلمان دوسروں کو اپنے دین میں رائے زنی کی اجازت نہیں دیتے، تو ان کو بھی دوسروں کے دین میں رائے زنی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اس طرح کی باتوں سے نہ صرف ان کی اسلام دشمنی ظاہر ہوتی ہے بلکہ تاریخ سے عدم واقفیت بھی سامنے آتی ہے، اگر انھوں نے منصفانہ طور پر تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو اس کا اعتراف ضرور کرتے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ تمام مذاہب کا احترام کیا ہے، اور دوسروں کو بھی کسی بھی دین کی توہین کرنے سے روکا ہے، ان کے گرجا گھروں کو پورا تحفظ دیا ہے، بلکہ جہاد کے دوران بھی ان کو نہیں چھیڑا، اپنے پورے حکمرانی کے دور میں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ عفو و درگزر اور کرم کا معاملہ کیا، اور یہ سب دنیاوی لالچ کے لیے نہیں کیا، کیونکہ دنیا اس وقت ان کے پاس تھی، سیاہ و سفید کے وہ مالک تھے، جس طرح کا معاملہ وہ مفتوح قوم کے ساتھ کرنا چاہتے کر سکتے تھے، کوئی ان کو روکنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، لیکن انہوں نے انسانیت کے ناطے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے

ساتھ عفوودرگزر کا معاملہ کیا، بلکہ یہاں تک ہوا کہ مسلمانوں نے ان کو اتنی آزادی دے دی جو اسلامی عقیدہ اور اسلامی اقتدار کے لیے خطرہ بن گئی، اور یہی چیز مسلم سماج میں غیر مسلموں کے رسم ورواج کے پھیلنے کا سبب بنی، یہ معاملہ غیر مسلموں نے اپنے دور اقتدار میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں کیا بلکہ انہوں نے وہ سب کیا جو ایک فاتح قوم مفتوح قوم کے ساتھ کرتی ہے، سامراجی دور میں یورپ نے اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اور ان کے سنہرے ماضی کو سیاہ کارنامے کے طور پر عوام کے سامنے لانے کے لیے اور اسلامی عقائد میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے کتب خانوں کی بنیاد ڈالی، جہاں سے انہوں نے اسلامی کتابوں میں تحریف کی ناپاک اور مذموم کوشش کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور عادلانہ اور منصفانہ اور عفو وکرم پر مشتمل زندگی کو مکروہ شکل میں پیش کرنے کا کام انجام دیا، اور حقائق کو بدل کر رکھدیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان درازی کی گئی، ان کی کتابیں اس طرح کے مواد سے بھری ہوئی ہیں، اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے، قرآن کہتا ہے (وماتخفی صدورھم أکبـــــر) ان کے نام نہاد ادباء، قلمکار اور محققین جب اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں لکھنا شروع کرتے ہیں تو شرافت کا جھوٹا لبادہ بھی اتار دیتے ہیں، اور کھل کر اپنے ارمان پورے کرتے ہیں، کھل کر زبان درازی کرتے ہیں، کتابیں شائع کرتے ہیں، ان کو تقسیم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس مواد پر مشتمل کتابوں کا پڑھنا یونیورسٹیوں اور کالجز میں ریسرچ اسکالرز پر لازمی قرار دے دیا جاتا ہے، اور یہ رجحان آج بھی ہے، اور یہ بات ان کتابوں کے مطالعہ سے عیاں ہوجاتی ہے، اور ان کتابوں کے ذریعہ اہل یورپ کے افکار ورجحانات کا پتہ چلتا ہے، اور اسلام دشمنی میں وہ کتنا گر سکتے ہیں اس کا اس کا اندازہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ ان کے مفکرین نے مسلمانوں کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ختم کرنے کی بھی کوشش کی، مگر اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہوسکے، کیونکہ مسلمانوں کا تعلق اس گئے گزرے دور میں بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جان دے بھی سکتے ہیں اور لے بھی سکتے ہیں، اور یہی ایمان کی علامت ہے کہ جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی ایمان اتنا ہی مضبوط ہوگا، لیکن وہ جتنی کوشش کرسکتے تھے کی، ان مسلمان طلباء کو جنھوں نے یورپ کا سفر محض تعلیم کی غرض سے کیا تھا ان کو اپنے افکار ونظریات دیے، اور ان کو اس کی تبلیغ کا کام سپرد کیا، اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کو اعلی نمبرات سے کامیابی کا سبب ٹھہرایا۔

دراصل یورپ میں اسلامی معاشرہ اور غیر اسلامی معاشرہ میں کچھ امتیازات ہیں، وہاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لکھا گیا مواد اس مواد سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے مذاہب کے خلاف ملتا ہے، یہاں تک کہ وہاں اسلام کی دعوت دینا تو ممنوع ہے ہی اسلامی تہذیب اختیار کرنے کی بات کرنا بھی جرم ہے، کسی بھی اسلامی تنظیم کو امداد پہنچانے کی اجازت نہیں، بلکہ اس پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں کردیا جاتا ہے، اور اس کاروائی کی تازہ مثال برطانیہ میں حال ہی میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی گئی کاروائی ہے، جب سات مسلمانوں کو دہشت گردی کے لیے سرمایہ جمع کرنے کے شبہ پر گرفتار کرلیا گیا، دہشت گردی جب کسی مذہب کے ساتھ خاص نہیں، اور اہل یورپ جب اس کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ تمام مذاہب امن وآشتی کی تعلیم دیتے ہیں، تو دہشت گردی کے نام پر صرف مسلمانوں کو کیوں گرفتار کیا جاتا ہے۔

بلجیم میں عدالت نے اس مسلم لیڈر کے خلاف جس نے اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کیا تھا دوسال کی قید بامشقت کا حکم سنایا، اور پانچ سو پچاس یورو کا جرمانہ بھی لگایا، اور فرانس میں حال میں چار مسلمان علماء کے فرانس میں داخلہ پر پابندی لگادی گئی، اور وہاں سے اسلام کے لیے کام کرنے والوں کو نکل جانے کا حکم ہوا، آزادی رائے اور آزادی عمل کا نعرہ لگانے والوں کے ظرف کا یہ حال ہے۔...................(بقیہ: صفحہ ۱۲ پر)

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین امابعد:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے اس کے احسانات اتنے بے شمار، بے حساب و بے کراں ہیں کہ بڑے سے بڑا بندہ جو ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں لگا رہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر حق ادا نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو نہ شمار کرسکتا ہے اور نہ ہی ان کا حق ادا کرسکتا ہے، بس تحدیث نعمت کے طور پر بندہ اپنے پروردگار کا شکرگذار، تابع وفرمانبردار اور اس کی عبادت کرتا رہے۔

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے ﴿وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا﴾ (اگر آپ اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے)، آپ ذرا نظام جسمانی ہی پر غور کرلیں کہ اللہ نے کان دئے، ناک دی سوچنے کے لیے عقل دی، دھڑکنے کے لیے دل دیا، محبت دی، پیٹ دیا اور پیٹ کے اندر جانے کا کیا کیا رکھا؟ ط ذرا سا خراب ہوجائے تو اسپتالوں کو دوڑتے دوڑتے پاؤں تھک جائیں اور جیب بھی خالی ہوجائے، ذرا سی پریشانی ہوجاتی ہے تو آدمی کتنا پریشان ہوجاتا ہے؟!

اور اگر اس کے آگے غور کرنا چاہیں تو سب سے بڑی دولت ایمان کی دولت عطا فرمائی، مسلمان بنایا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا کیا انبیاء علیھم السلام میں بھی ایسے ہوئے جنھوں نے آپ ﷺ کا امتی ہوکر یہ شرف حاصل کرنے کی تمنا کی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسی علیھم السلام کی یہ تمنا پوری کردی گئی چنانچہ اب وہ دوبارہ آپ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، اور جناب رسول پاک ﷺ کی شریعت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے، ہم کو ایسی امت میں پیدا کیا یہ اللہ ہی کا تو کرم ہے۔

اب اس نے حکم فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ کہ انسان اور جنات کو پیدا ہی اسی لیے کیا گیا کہ وہ اس کارخانۂ عالم کے پیدا کرنے والے کی عبادت کریں، اور اس کے سامنے ہمہ وقت سجدہ ریز رہیں اور کوئی لمحہ اس کی عبادت سے غافل نہ ہوں، لیکن انسان کا پیٹ بنایا اور اس میں بھوک رکھ دی، بچے اور بیویاں بنائیں اور محبت رکھ دی، کھیتیاں اور کھلیان بنائے اور تعلق رکھ دیا اور پیشے بنائے اور ان کی ضرورت پیدا فرمادی، نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی پیٹ کچھ کہتا ہے اور ملازمتیں کچھ کہتی ہیں، کبھی کھیت و کھلیان کا تقاضا کچھ ہوتا ہے، اور چیزیں کچھ مطالبہ کرتی ہیں، یہ ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس ساتھ یہ ساری چیزیں رکھیں، مگر ان کو کنٹرول کیسے کیا جائے؟ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو شریعت دے کر بھیجا اور اس شریعت کے اندر دونوں باتوں کا خیال رکھا گیا (یعنی جو اصل چیز ہے اس کا بھی اور ان کے تقاضوں کا بھی) ان دونوں کے صحیح امتزاج و اعتدال سے کام کرنے والوں کو کامیابی کا مژدہ سنادیا گیا، جو بھی ان دونوں تقاضوں کو صحیح انداز سے شریعت کے سائے میں رہتے ہوئے پورا کرے گا وہ بھی عبادت میں شمار کرلیا جائے گا، مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنی زندگی کے سانچہ کو اللہ رب العزت کے قانون اور حضور پاک ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ڈھالیں۔

اس سانچہ میں ڈھالنے کا نام ہی عبادت ہے یعنی نماز فلاں وقت پڑھی جائے، روزہ فلاں مہینہ میں رکھا جائے حج فلاں مہینہ میں کیا جائے زکوۃ اتنا مال ہونے پر ادا کی جائے، اس کے علاوہ بیوی کا کیا حق ہے، ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے کیا حقوق ہیں؟ اپنے بچوں کے کیا حقوق ہیں؟ برادران وطن کے کیا حقوق ہیں؟ کھیتی کھلیان کے کیا حقوق ہیں؟ ان تمام حقوق کو جان کر شریعت کے مطابق عمل کرنا عبادت ہے۔

ان حقوق میں ظاہر ہے کہ فرق ہوگا جیسے آپ کا پورا جسم جس میں پیر بھی ہیں اور آنکھ بھی ہیں لیکن آپ کبھی نہیں کہیں گے کہ ایڑی اور آنکھ برابر ہے ایڑی میں پتھر لگ جائے تو تھوڑی سی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور آنکھ میں تنکا پڑ جائے تو بات خراب ہوجاتی ہے، یہ ساری چیزیں عبادت ہیں، لیکن کوئی آنکھ ہے، کوئی پیر ہے، کوئی پیٹ ہے کوئی پیٹھ (کمر) ہے، اس کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، مثلاً نماز ہے، اس کی حیثیت آنکھ کی ہے اسی لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:"جعلت قرة عینی فی الصلواة "(میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اور ایک موقع پر فرمایا"من ترك الصلواة متعمداً فقد کفر"(جس نے نماز جان کر کے قصداً چھوڑ دی اس نے کفر کیا اسی طرح عقیدۂ توحید کا معاملہ وہ دماغ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر دماغ نہیں تو آدمی بالکل بے کار ہے، کتنی ہی اچھی آنکھیں ہوں، کتنے ہی اچھے ہاتھ پیر ہوں، کتنا ہی اچھا پیٹ اور کتنی ہی مضبوط پیٹھ (کمر) ہو، سب بے کار ہے، اسی طرح اور دوسرے اعضاء کی حیثیت ہے معلوم ہوا کہ ان دونوں کے جوڑ اور امتزاج کا نام اسلام ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو پہلے ان کا پتلا بنایا اور وہ پتلا مٹی کا تھا، اور وہ مٹی صرف کسی ایک علاقہ سے نہیں لی گئی بلکہ ساری زمین سے مٹی لی گئی تھی، جس میں سخت بھی تھی اور نرم بھی اور جس میں آندھرا کی بھی تھی اور دوسرے صوبوں کی بھی بلکہ یورپ کی بھی تھی اور حجاز اور یمن کی بھی، اور حضرت آدم علیہ السلام کو بنا دیا گیا، تاکہ ساری مٹیوں میں جو اوصاف ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے اندر جمع ہو جائیں کیونکہ مٹی اپنے علاقہ سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے سری لنکا میں اتارے گئے اور پھر ان کی اولاد مختلف جگہوں میں پھیل گئی، کچھ آندھرا میں آ گئے، کچھ سعودی عرب میں رہ گئے، کچھ یمن میں رہ گئے، کچھ مصر اور کچھ یورپ چلے گئے، یہ قصہ سنایا جاتا ہے کہ سری لنکا کے ایک صاحب تھے ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام آپ ہی کے یہاں اترے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! ہمارے یہاں اترے تھے، ان سے بڑی سنجیدگی سے پوچھا گیا، اچھا وہاں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کی ''اولاد تو کوئی نہیں'' بھولے آدمی تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا، آنکھ بنائی مگر دیکھتی نہیں تھی، ہاتھ بنایا مگر اٹھتا نہیں تھا، پیر بنایا مگر چلتا نہیں تھا، دماغ بنایا مگر سوچتا نہیں تھا، دل بنایا مگر دھڑکتا نہیں تھا، پیٹ بنایا اس میں گرمی نہیں تھی، قوت ہاضمہ نہیں تھا، جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی، آنکھیں دیکھنے لگی، دماغ سوچنے لگا، دل دھڑکنے لگا، اب یوں سمجھ لیں جیسے بجلی کا پلگ لگا دیا گیا ہو، کہ اس سے فریج بھی چلنے لگا، ہیٹر بھی کام کرنے لگا، اب یوں سمجھ لیں جیسے بجلی کا پلگ لگا دیا گیا ہو کہ اس سے فریج (Fridge) بھی چلنے لگا ہیٹر (Heater) بھی کام کرنے لگا، ایک ٹھنڈا کر رہا ہے دوسرا گرم تو معلوم ہوا کہ اصل روح ہے چنانچہ اگر روح نہ ہو تو ساری چیزیں بے کار ہیں اور جب روح اصل قرار پائی تو کیوں ہماری توجہ اس طرف نہیں جاتی اس لیے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتی چنانچہ اگر بجلی چلی جائے تو احتجاج کیا جاتا ہے کیوں؟ اس لیے کہ ہم بجلی کی اہمیت سے واقف ہیں، چنانچہ آج جتنی محنت و مشقت کی جاتی ہے، وہ سب جسم کے لیے کی جاتی ہے اور روح کو ہم نے پیچھے ڈال دیا، روح کی حقیقت نبی ﷺ جانتے تھے اسی لیے انھوں نے اس کی زیادہ فکر کی، حضور ﷺ رحمت عالم بن کر آئے اور آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کہا گیا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ جس چیز کے اندر بھی روح ہو اس پر رحم کیا جائے اور اس کی خدمت کی جائے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر جاندار کی خدمت پر ثواب ہے، چنانچہ آپ ﷺ کسی پیاسی بکری پر، پیاسی بھینس کو، گائے کو یہاں تک کہ کتے بلی کو بھی پانی پلا دیں تو آپ کی بخشش کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بدکار عورت تھی اس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کتا پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس نے اپنا موزہ نکالا اس کے ذریعہ کنویں سے پانی لیا اور اس کو پلایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت الاٹ (Alot) کردی اس کے برخلاف ایک شخص تھا کہ اس نے بلی کو باندھ کر

رکھا تھا، نہ اس کو چھوڑتا تھا کہ جائے اپنا پیٹ بھرے اور نہ خود کچھ اس کو دیتا تھا تو اس بنا پر اس کو جہنم پہنچا دیا گیا، تو جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا کہ آپ ﷺ نے سب کے لیے احکام صادر فرمائے، اسی لیے فرمایا کہ وہ جانور جن کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے اگر ذبح کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو چھری وغیرہ اس طرح رکھو کہ زیادہ دیر رگڑنا نہ پڑے اور جلد کام ہو جائے کیونکہ اللہ نے انسان کو ساری مخلوق کا آقا بنایا اور وہ خود چونکہ ساری مخلوق کا آقا و مولا ہے اس لیے اس کائنات کے آقا کو حکم دیا کہ اپنے سر کو ہمارے آگے جھکاؤ چونکہ سب کو تمہارے لیے مسخر اور تمہارا خادم بنا دیا گیا ہے اور تم کو اپنے لیے چن لیا کیونکہ تم آخرت کے لیے بنائے گئے ہو اس لیے اپنا سر صرف ہمارے آگے جھکاؤ اور کسی کے آگے نہ جھکاؤ، کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارا خادم ہے، پہاڑ ہمارا خادم ہے، سمندر ہمارا خادم، بادل ہمارا خادم، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت ہمارے خادم، یہ کوئیں، پتھر ہمارے خادم اور اس کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم، اب انسان ان کے سامنے اگر اپنا سر جھکائے تو یہ اس بڑے آقا کی نافرمانی ہے جس نے حکم دیا تھا "ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ" اب تم کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ آخرت میں تم کو کامیابی وکامرانی ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آدمی اپنی روح کی فکر کرے، چنانچہ انبیاء کرام جب اس دنیا میں آئے تو انہوں نے پہلی فکر جو انسانوں کے اندر پیدا فرمائی وہ یہی تھی کہ آدمی اپنی روح کی پیاس بجھائے اور اپنی روح کو ترقی دینے کی کوشش کرے، اس لیے کہ اگر خدانخواستہ روح مر گئی تو جسم کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے بعد جب جسم زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے تو وہاں وہ سڑ گل جاتا ہے، زمین کھودی جاتی ہے تو ہڈیاں ملتی ہیں، ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ہڈیاں اٹھائے تو بھرا بھرا جاتی ہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

لیکن انبیاء کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس معاملہ فرمایا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ "ان اللہ حرم علی الارض أن تاکل أجساد الانبیاء" اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ جو انبیاء اکرام سے جتنا قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اگر چاہتے ہیں تو باقی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ یہ حکم دیا کہ روح کی فکر کی جائے، اور جب روح کی فکر کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی وہ طریقہ اختیار کرے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور وہ تنہا طریقہ ہے "علم" کا چونکہ علم سے اور فکر سے روح کی پیاس بجھتی ہے اور جسم کی پیاس اس چیز سے بجھتی ہے جو دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے سامنے لکھ کر رکھی ہے، یعنی کوئی نبی، کوئی ولی ایسا نہیں ہے کہ کھانا نہ کھائے اور زندہ رہے، تو معلوم ہوا کہ کھانا بھی ضروری ہے اور کام کا کرنا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ علم وذکر بھی ضروری ہے تا کہ روح تروتازہ رہے اور اس کے اندر زندگی کی شادمانی اور روانی باقی رہے، ورنہ روح مر جائے گی، تو جسم بے کار اور اگر جسم مر گیا تو روح کو بھی ترقی نہیں دے سکتے کیونکہ دنیا میں بغیر روح کے جسم نہیں اور بغیر جسم کے روح نہیں، اس لیے دونوں پر محنت ضروری ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (تم یہ علم حاصل کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں)، سب سے اعلیٰ ترین نسخہ روح کے لیے یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ درست ہو جائے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (اسی کے ہاتھ میں ہے پیدا کرنا اور اس کے ہاتھ میں ہے چلانا)، آپ کو دنیا کا یہ جو جھمیلا نظر آ رہا ہے، یہ کاروبار دکھائی دے رہا ہے، یہ سب اللہ ہی نے تو پیدا کیا ہے کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں، اور کسی کے اندر یہ سکت بھی نہیں کہ چلا سکے، اللہ تنہا ہے، اس پر نہ کسی بندے کو قیاس کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے برخلاف کیا جا سکتا ہے (خواہ وہ نبی ہو یا بڑے سے بڑا ولی) کہ ان کو اتنا بڑھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ان کو بٹھایا جائے، اور اللہ تعالیٰ کو وہاں سے ایسا نیچے لایا جائے کہ بندہ کی سطح پر پہنچا دیا جائے، یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور یہی شرک ہے، اللہ تعالیٰ بلند وبالا ہے، وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا۔ چنانچہ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک اور نہ صفات میں کوئی شریک، نہ اس کے ہم پلہ کوئی اور نہ اس کا ہم سر کوئی، نہ اس

کے مقابل کا کوئی، نہ اس کا ہم رتبہ کوئی، بس وہ ویسا ہی ہے جیسا ہے، لہٰذا کوئی بھی اللہ کا بندہ صفات الٰہیہ سے متصف نہیں ہوسکتا، بندہ بندہ ہے، خدا خدا ہے۔ اب ذرا تاریخ شرک پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ یا تو اوپر والے کو نیچے لایا گیا، یا تو نیچے والے کو اوپر اٹھایا گیا کہ اللہ کی صفات میں اسے شریک سمجھ لیا گیا، آپ ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا عقیدہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا، لیکن جب بیٹا سے بھی جی نہ بھرا (کیونکہ بہر حال بیٹا کچھ کم ہوتا ہے) تو کہہ دیا کہ نہیں بلکہ وہ خود ہی اللہ ہیں۔ یہ سب جہالت اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ہوا، اسی لیے فرمایا گیا "أطلبوا العلم" (علم حاصل کرو) اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ہی یہ کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے تھے، ایسے تھے کہ ان کی تعریف نہیں کی جاسکتی، بلکہ وہی خدا تھے جو محمد ﷺ کی شکل میں آئے، اور لوگوں نے ایسا شرکیہ اشعار بھی کہے ہیں، مثلاً ایک شعر ہے ۔

پردۂ انسان میں آکر دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نامِ محمدؐ تاکہ رسوائی نہ ہو

ایسا عقیدہ رکھنے والے ہندوستان میں موجود ہیں، تو سب سے پہلے اس بات کا علم حاصل کرنا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، معبود برحق وہی ہے، پھر اس کے بعد جس علم کی جتنی ضرورت ہوگی، اس علم کا اتنا زیادہ حاصل کرنا انسان کے لیے بھی مفید ہوگا اور ضروری بھی، اس میں سب سے افضل علم قرآن کا علم ہے جس کو فرمایا گیا: "خیرکم من تعلم القرآن و علمہٗ" (تم میں سب سے زیادہ افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے)۔ قرآن تا قیامت زندہ رہے گا، تابندہ رہے گا اور ہمیشہ نیا رہے گا، جس طرح سورج کی روشنی میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی، اسی طرح قرآن کی روشنی میں بھی کمی واقع نہیں ہوسکتی، مقولہ ہے: "لا تبلیٰ جدتہٗ و لا تنقضي عجائبہٗ" (اس کا نیاپن کبھی پرانا نہیں ہوگا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے)۔ قرآن کے عجائبات برابر لوگوں کے سامنے آتے رہیں گے، اس کے عجائبات ہر زمانہ، ہر صدی، ہر سال سامنے آتے رہیں گے۔

بقیہ: مغرب کی اسلام دشمنی میں میڈیا کا رول

لیکن ان سب واقعات پر مغربی میڈیا خاموش رہا، اس کی طرف سے کوئی تبصرہ ان واقعات پر نہیں ہوا، آخر کیا وجہ ہے دوسرے مذاہب اور اس کے ماننے والوں پر پابندی نہیں لگائی جاتی، غیر مسلموں کے اسکول وکالجز وہاں کھلے ہوئے ہیں، اور ان کے عقائد وافکار کی وہاں تعلیم دی جاتی ہے، اور اسلام کے خلاف دوشمنانہ موقف اختیار کیا جاتا ہے، اسلامی ملکوں میں طالبات پر یورپ کی تہذیب اختیار کرنا لازمی قرار دے دیا جاتا ہے، اور ان ملکوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں بھی ان کو اسلامی شعائر کی ادائیگی سے روکنے میں ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے ہیں، ان کو دبایا جاتا ہے، ان کو دینی آزادی سے محروم رکھا جاتا ہے، اور بعض وہ ممالک جو اپنے آپ کو سیکولر کہتے ہیں جن میں ہمارا ملک ہندستان بھی ہے وہاں مسلم طلباء کو وندے ماترم گانے پر اور سورج کی پرستش پر مجبور کیا جاتا ہے ورنہ اسکول سے نکال دینے کی دھمکی دی جاتی ہے، اور ان سب پر میڈیا خاموش رہتا ہے، اسی طرح ایک عیسائی پادری جون نے امریکہ کے شہر فلوریڈا میں قرآن کریم کو جلا کر بے حرمتی کی، اور بعض ممالک میں تو داڑھی اور اسلامی لباس پر پابندی بھی لگادی گئی، اور اب تو دینی مدارس کے قیام پر بھی سوال اٹھائے جارہے ہیں، مگر ان سب پر میڈیا خاموش ہے، تماشائی بنا بیٹھا ہے، اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی برت رہا ہے، جمہوری اقدار کو ختم کررہا ہے، اپنی آزادی کو ایک گروپ کے ہاتھوں بیچ رہا ہے، سچائی سے روگردانی کررہا ہے، اور جھوٹ پر مشتمل خبروں کو پہلے صفحہ کی سب سے اہم خبر بناکر پیش کررہا ہے۔

آج کا میڈیا باطل طاقتوں کا غلام بن چکا ہے، اور اسلام دشمن عناصر کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہے، کیونکہ جو بھی چیز اپنی آزادی کھودیتی ہے وہ ایسے ہی دوسروں کے ہاتھوں کھلونا بن جاتی ہے، ضرورت ہے کہ میڈیا کی اصلاح کی جائے تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقہ سے انجام دے، اور اپنی آزادی کو حاصل کرے، سچ کو عوام کے سامنے پیش کرے، بلکہ میڈیا سچ کی علامت بن جائے تاکہ دنیا پھر امن کا گہوارہ بن جائے اور باد نسیم کی ہوائیں پھر چلنے لگیں۔

مفتی راشد حسین ندوی

رمضان المبارک

فضائل وچند مسائل

رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی بابرکت ہے، قرآن واحادیث میں تفصیل سے اس کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، اور اس میں روزہ رکھنے کو فرض عین قرار دیا گیا، اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرۃ:۱۸۵) رمضان المبارک کا مہینہ وہی ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے، اور راہ حق پانے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی روشن دلیل ہے۔ اور رمضان کے روزے فرض قرار دیتے ہوئے ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرۃ:۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزہ فرض کیا گیا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ یعنی روزے سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکوگے، اور روزہ سے نفس کی قوت وشہوت میں ضعف بھی آئے گا، تو اب تم متقی ہو جاؤ گے، بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفسِ سرکش کی اصلاح ہو، اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے، اور متقی بن جاؤ۔ (حاشیہ عثمانی) آگے ارشاد ہے: ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرۃ:۱۸۵) سو تم میں جو کوئی اس مہینہ کو پائے، تو اس کے روزے ضرور رکھے۔

احادیث میں بھی رمضان المبارک کے فضائل کثرت سے وارد ہوئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کا مہینہ آجاتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اس میں ایک دروازے کا نام "باب الریان" (سیراب کرنے والا گیٹ) ہے، اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری ومسلم) مطلب یہ ہے کہ جس طرح بڑے بڑے پروگراموں میں وی آئی پی (VIPs) لوگوں کے لیے الگ گیٹ بنایا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ روزہ داروں کا خصوصی اکرام فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ابن آدم کے ہر عمل کے ثواب میں دس گنے سے سات سو گنے تک کا اضافہ کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سوائے روزے کے اس لیے کہ وہ صرف میرے لیے ہوتا ہے، اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا، (مطلب یہ کہ نیکیوں پر ثواب دینے کے عام ضابطہ سے کہیں بڑھ کر)، ابن آدم اپنی خواہش اور کھانا پینا صرف میرے لیے چھوڑتا ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک روزہ کھولتے وقت، اور ایک اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، روزہ دار کے منہ کی بو مُشک کی خوشبو سے زیادہ اللہ کے نزدیک پسند ہوتی ہے، اور روزہ ڈھال ہے (جس سے مومن شیطان کے وار سے اپنے کو بچا لیتا ہے)، اور تم میں سے کوئی جب روزہ رکھے تو نہ منہ سے بری بات نکالے، نہ شور وہنگامہ مچائے، اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے یا جھگڑا کرے تو کہے میں تو روزہ سے ہوں۔ (متفق علیہ)

سحری اور افطار کی فضیلت: حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق (ہمارا) سحری کھانا ہے۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کچھ رطب کھجوروں سے افطار کرتے تھے، اگر رطب (تازہ کھجور) نہ ہوتو چند دوسری کھجوروں سے افطار کرتے تھے، اور اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو کسی روزے دار کو افطار کرائے، یا کسی غازی کو اسباب فراہم کرے، تو اسے اسی کے مثل اجر وثواب ملتا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

افطار کی دعا: حضرت عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ جب افطار کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے: "ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور ثواب درج ہوگیا۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ ابن زہیرۃ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے: "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ" یا اللہ میں نے آپ کے لیے روزہ رکھا، اور آپ ہی کے رزق سے افطار کیا۔ (ابوداؤد مرسلا)

نواقض صوم: کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، قضاء کا مطلب یہ ہے کہ اس روزہ کے بدلہ میں روزہ رکھے، اور کفارہ کا مطلب یہ ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے ایک بڑا گناہ ہوگیا ہے جس کی معافی تبھی ہوگی جب کفارہ ادا کرے، کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے مسلسل روزے رکھے، اگر درمیان میں ایک بھی روزہ چھوڑ دیا تو پھر سے روزہ رکھنا پڑے گا، اور اگر بیماری یا بڑھاپے کے سبب روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں (ایک کلو چھ سو تیتیس گرام) دے۔

لیکن اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو روزہ کی حالت میں بھول جائے اور کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کرے، اس لیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔ (متفق علیہ)

ناک کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں ہے، لیکن کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، جہاں تک آنکھ کا تعلق ہے تو اس میں سرمہ لگانے یا دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا، میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ رکھتے ہوئے سرمہ لگا لوں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (ترمذی)

بقیہ روزہ کی حالت میں سر میں تیل لگانا، پانی میں ڈبکی لگانا اور غسل کرنا جائز ہے، چنانچہ ایک صحابی فرماتے ہیں، میں نے مقام عرج میں آنحضرت ﷺ کو روزہ کی حالت میں پیاس یا گرمی کے سبب سر پر پانی ڈالتے ہوئے دیکھا۔ (موطا وابوداؤد)

اگر کوئی شخص جنبی ہوجائے تو اسے جلد غسل کر لینا چاہیے، لیکن اگر دن کے کچھ حصہ میں ناپاک رہے تو اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رمضان میں آنحضرت ﷺ کو احتلام کے بجائے جنابت کی حالت میں فجر کا وقت آلیتا تھا تو آپ ﷺ غسل فرماتے تھے، اور روزہ رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ قے ہوجانے سے مطلقاً روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن ان کا خیال صحیح نہیں ہے، قے سے روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے جب جان بوجھ کر منھ بھر کر قے کرے، یا خود سے منھ بھر کر قے ہو، اور وہ اسے نگل جائے، اس لیے کہ بعض احادیث میں ہے کہ قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور بعض میں ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، علماء نے دونوں میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ جان بوجھ کر قے کرنے یا اعادہ کرنے سے

روزہ ٹوٹے گا، بقیہ شکلوں سے نہیں۔

فساد وعدم فساد صوم سے متعلق "اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا" نے جو تجاویز منظور کی ہیں وہ سب کی سب مطالعہ کے لائق ہیں، لہٰذا ان تجاویز کو ہم من وعن ترتیب وار نقل کر دیتے ہیں:

۱-امراض قلب سے متعلق جو دوا زبان کے نیچے رکھی جاتی ہے، اگر روزہ کی حالت میں اس کا استعمال کیا جائے اور اس کے اجزاء یا اس دوا کے ملے ہوئے لعاب کو نگلنے سے مکمل طور پر بچا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲-تنفس وغیرہ کے مرض میں انہیلر (Inhaler) کے استعمال سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۳-جو دوا بھاپ کی شکل میں منھ یا ناک کے ذریعہ کھینچی جائے، خواہ مشین کے ذریعہ کھینچی جاتی ہو یا کسی اور طریقہ سے ان سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۴-انجکشن (Injection) کے ذریعہ جو دوا رگوں میں یا گوشت میں پہنچائی جاتی ہے خواہ اس سے محض دوا کی ضرورت پوری کی جائے یا غذا کی، روزہ اس سے نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ روزہ کی حالت میں غذا کی ضرورت کی تکمیل اور تقویت کے لیے بلا ضرورت انجکشن لینا مکروہ ہے۔

۵-گلوکوز (Glucose) چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ چونکہ یہ ایک درجہ میں انسان کی غذا کی ضرورت کو بھی پورا کرتا ہے اس لیے بلا عذر گلوکوز چڑھانا مکروہ ہے۔

۶-(الف) روزہ کی حالت میں موضع حقنہ (فضلات کے اخراج کی نالی کا آخری حصہ جہاں سے بڑی آنت شروع ہوتی ہے) تک اگر دوا پہنچادی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا، خواہ وہ سیال ہو یا جامد۔

(ب) بواسیری مسوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، تاہم بلا ضرورتِ شدیدہ روزہ میں اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

(ج) امراض معدہ کی تحقیق کے لیے پیچھے کے راستہ سے محض آلہ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ اگر اس آلہ میں کوئی دوا یا تر چیز لگائی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۷-(الف) عورت کی شرمگاہ کے باہری حصہ میں دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اندر کے حصہ میں دوا رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب) مرد کی شرمگاہ میں دوا یا نلکی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(ج) مرض کی تحقیق کے لیے رحم تک آلات پہنچائے جائیں اور ان آلات پر دوا یا کوئی اور چیز لگائی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ کی حالت میں آکسیجن: بہت سے امراض میں مرض کی شدت کے وقت مریض کو آکسیجن (Oxygen) پہنچائی جاتی ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ آکسیجن کے ساتھ اگر کوئی دوا نہ ہو جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لیے کہ یہ سانس لینا ہے، اور سانس لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ اگر اس کے ساتھ دوا کے بھی اجزاء ہوں تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ کی حالت میں مسواک کرنا مسنون ہے، احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، لیکن منجن اور کوئی ٹوتھ پیسٹ وغیرہ مکروہ ہے، بلکہ بلا ضرورت اس کا استعمال نہ کرنا چاہیے، لیکن گل س۲ے چونکہ با قاعدہ تمباکو کی طلب ہوتی ہے، لہٰذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ واللہ اعلم۔

یھودی کی شھادت

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں ایک نسطوری پادری نے اسلام کی مذہبی رواداری پر اپنے تأثرات اس طرح قلمبند کیے ہیں: ''یہ طائی (عرب) جنہیں اللہ نے حکومت عطا کی ہے، وہ ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں، لیکن وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرپیکار نہیں، بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں''۔

(دخوئے کی فرانسیسی یادداشت ''فتوح الشام''-ص:۱۰۶)

ماہِ رمضان قرآن کریم کی روشنی میں

ایک نعمت - ایک امانت

عبدالسبحان ناخدا ندوی

نعمت چاہے دینی ہو یا دنیوی محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے: ﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ (سورۃ النحل:۵۳) (تمہیں جو بھی نعمت حاصل ہے سب اللہ کی طرف سے)، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کے سلسلہ میں دریافت فرمائے گا کہ ان کے ساتھ بندوں کا رویہ کیا رہا، شکر کا یا کفران کا، قدردانی کا یا پھر ناقدری کا: ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (سورۃ التکاثر:۸) (پھر تم سب سے اس دن یعنی قیامت کے دن نعمتوں کے بارے مین پوچھا جائے گا)، تیسری طرف اللہ کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ سچی قدر کرنے والوں کے ساتھ نعمتوں مین اضافہ کا معاملہ ہوگا: ﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (سورۃ ابراھیم:۷) (اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہیں زیادہ سے زیادہ دے کر رہوں گا)، اس کے برعکس ناقدری کرنے والوں سے نعمتیں چھین لی جاسکتی ہیں: ﴿وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (سورۃ ابراھیم:۷) (اور اگر تم ناقدری کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہے)۔ ناقدری سے نعمتوں مین زوال شروع ہوجاتا ہے پھر بھی انسان نہ سنبھلے تو وہ نعمت سلب کرلی جاتی ہے۔

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ﴾ (سورۃ النحل:۱۱۲) (اللہ نے مثال پیش کی ایک ایسی بستی کی جو نہایت مأمون و مطمئن تھی، ہر جگہ سے اس کا رزق بڑی وسعت وفراخی سے آیا کرتا تھا، پھر اس علاقے نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی جس پر اللہ وہاں والوں کو ان کے کاموں کی پاداش میں خوف اور بھوک کا مزہ چکھایا جو ان پر چھا گیا)۔

اللہ رب العزت نے اپنی نعمتوں کے سلسلہ میں جو اصول بیان فرماتے ہیں وہ تمام اصول ماہ رمضان پر بھی لاگو ہوتے ہیں، اس کی سچی قدر اس کی تمام برکتوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، اور اس کی ناقدری محرومی کا سبب بھی بن سکتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس مبارک مہینے کے ساتھ ہمارا کونسا طرز عمل قدردانی کہلائے گا اور کس طرز عمل کو ناقدری کہا جائے گا، خود کلام الٰہی کی روشنی میں اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آیات صیام اور تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے روزوں سے متعلق آیات کی ابتداء اور انتہاء کو تقویٰ کے ساتھ جوڑا ہے، روزے کی فرضیت یوں بیان کی گئی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۸۳) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن سکو)، پھر روزوں سے متعلق آیات کو اس ٹکڑے پر ختم کیا گیا ہے: ﴿كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۸۷) (اللہ لوگوں کے سامنے اپنی آیات اسی طرح بیان کرتا ہے تاکہ ان میں تقویٰ پیدا ہو)۔

روزے کی اصل غرض

کلام الٰہی میں غور کرنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ روزے کی اصل غرض یہ ہے کہ اپنے اندر تقویٰ کی کیفیات پیدا کی جائیں ان مین اضافہ کیا جائے اور ان میں تسلسل قائم کیا جائے، یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ جہاں خوف خدا کی کیفیات پائی جاتی ہیں، وہاں اپنا محاسبہ کرنے کی صفت بھی وجود میں آتی ہے، قدم قدم پر انسان غور کرتا ہے کہ کہیں قدم بہک تو نہیں رہے ہیں۔ ریاکاری اور مکاری کہیں دبے پاؤں داخل تو نہیں ہو رہی ہے، دل کے اندر موجود خوف خدا اسے لازمی طور پر مجبور کرے گا

کہ وہ اپنا محاسبہ کرے اور پوری طاقت کے ساتھ محاسبہ کرے، اسی سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اور اس کے لیے ماہِ صیام ایک انقلابی تبدیلی کا ذریعہ بنتا ہے، ایسے روزے داروں کے بارے میں ارشادِ نبوت ہے کہ ان کے دن کا ہر روزہ اور ان کی راتوں کی ہر عبادت ان کے لیے مغفرتِ خداوندی کا پیغام لاتی ہے۔

"من صام رمضان إيماناً و احتساباً غفرلهٗ ماتقدم من ذنبه" (صحیح بخاری:۳۸) (جو ایمانی کیفیات کے ساتھ اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ثواب کی امید میں رمضان کے روزے رکھے، اس کے گذرے ہوئے سب گناہ معاف ہوتے ہیں)،

"من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلهٗ ما تقدم من ذنبه" (صحیح بخاری:۳۷) (جو ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کی شب میں عبادت کرے اس کے بھی سب گذرے ہوئے سب گناہ معاف کردیے جاتے ہیں)۔

اس کے برعکس جو لوگ رمضان کے مبارک مہینہ کی ناقدری کرتے ہیں، جن میں بعض وہ ہوتے ہیں جو روزے ہی نہیں رکھتے وہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور لعنتوں کے طوق اپنی گردنوں میں پہنتے ہیں، اس لیے کہ وہ اسلام کے ایک عظیم رکن کو پامال کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے، لیکن پھر بھی افسوس ہے کہ مسلمان معاشرے میں ایسے بے غیرت بھی پائے جاتے ہیں۔

ایک تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو روزے بھی رکھتے ہیں اور تراویح بھی پڑھتے ہیں لیکن اپنی زندگی میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں لاتے، برائیوں میں بدستور ملوث رہتے ہیں، غیبت و چغلی سے پرہیز نہیں کرتے، جھوٹ اور مکاری کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، رمضان کو وہ ضابطہ کی خانہ پوری کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ان کی سوچ اس سے اوپر نہیں اٹھتی، ایسے لوگ اللہ کے نزدیک ماہِ مبارک کی قدر کرنے والے نہیں ہوتے، گویا روزہ رکھ کر بھی اسی کی اصل غرض سے محروم رہے، ان لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کافی ہے: "من لم يدع قول الزور و العمل به فليس لله حاجة من أن يدع طعامه و شرابه" (صحیح بخاری:۱۹۰۳) (جو شخص جھوٹ کہنے اور جھوٹ پر عمل کرنے کو نہ چھوڑے تو اللہ کو بھی کوئی پرواہ نہیں کہ ایسا شخص (روزے کے نام پر) اپنے کھانے پینے کو چھوڑے رہے)، نیز اس حدیث سے بھی ہم سب کی آنکھیں کھل جانی چاہیے جو یہ بتاتی ہے: "رب صائم ليس لهٗ من صيامه إلا الجوع و رب قائم ليس لهٗ من قيامه إلا السهر" (سنن ابن ماجہ:۱۶۹۰) (کچھ روزے دار ایسے ہوتے ہیں جن کو روزے کے بدلہ بھوک کے سوا کچھ نہیں ملتا، کچھ عبادت گذار ایسے ہوتے ہیں جن کو اپنی عبادات کے بدلہ نیند چھوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔

یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک ناقدری کھلم کھلا ہوتی ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے، ناقدری کی ایک شکل وہ ہوتی ہے جس میں آدمی قدر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے پھر بھی اللہ کے نزدیک قدرداں نہیں کہلاتا، اس پر گہری نگاہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ کہیں ہم ماہِ مبارک کی ناقدری کا شکار تو نہیں ہو رہے ہیں، اللہ کی ہر نعمت ایک امانت ہوتی ہے، اس عظیم نعمت کو بھی امانت سمجھا جائے، تاکہ دیانت داری کے ساتھ اس کا حق ادا کیا جائے، ورنہ اس سے بڑھ کر بدنصیب کون ہوسکتا ہے جسے رمضان کا مبارک مہینہ ملے پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکے!!

● حضرت سیدنا علی زین العابدین کے صبر کی انتہاء ●

ایک دن سیدنا علی زین العابدین بن حسین بن علیؓ مسجد سے نکلے تو ایک آدمی ملا جس نے آپ کو بے انتہا گالی دی تو اس کی طرف آپ کے غلام وخدام بڑھے تو ان کو روک لیا اور فرمایا کہ اس آدمی کے معاملہ میں توقف کرو پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ہماری بہت سی باتیں تم سے ابھی پوشیدہ ہیں، ہاں اگر تم کو کوئی ضرورت ہو تو بتلاؤ میں تمہاری مدد کروں تو وہ شخص شرمندہ ہوا پھر آپ نے اپنی چادر مبارک جو اوڑھے ہوئے تھے اس کو عطا فرمایا اور ایک ہزار سے زیادہ عطیہ دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ تو اس آدمی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔

(اقوال سلف: جلد۱، صفحہ۱۴۹)

آپ کے دینی سوالات اوران کے جوابات

(آپ اپنے دینی سوالات ہماری ویب سائٹ پر بھی پوچھ سکتے ہیں) www.abulhasanalinadwi.org

غیرمحرم کو دیکھنا

سوال: میرے کالج میں جو غیر محرم ٹیچرس یا طلبات ہیں، ان کے لباس صحیح نہیں ہوتے ہیں، نگاہوں کی حفاظت کہاں تک کریں یا اگر کریں تو کیسے کریں؟ (رفیق احمد، غازی آباد)

جواب: قرآن مجید میں عورتوں اور مردوں دونوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، حکم الٰہی کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نظر بھی نہ اٹھائیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اس چیز سے پرہیز کریں جس کو حدیث میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے، البتہ نامحرم پر نگاہ پڑنے کا اس کا امکان موجود ہے، اسی لیے پہلی نگاہ کو معاف قرار دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے نامحرم پر نظر پڑتے ہی فوراً نظر ہٹالے، نہ ہٹانے پر وہ گناہگار ہوگا۔

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال: میں نے سنا ہے کہ بریلویوں کے پیچھے پڑھی گئی سب نمازیں دہرانی پڑیں گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(مام جی محمد انس ہاشم، گودھرا)

جواب: بدعتی (بریلوی) کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، جب کہ اس بدعتی کے عقائد اور اس کے اعمال کفریہ نہ ہوں، نیز قطعی الدلالۃ (جن دلیلوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا) چیزوں کا منکر نہ ہو، اور اگر ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی ایک اس میں موجود ہو تو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، نیز اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز بھی دہرانی ہوگی۔

مغرب بعد سونا

سوال: کیا مغرب کی نماز کے بعد نیند سے سونا منع ہے، کیا اس سے برکت کم ہوتی ہے؟ (شبیر حسین، دہلی)

جواب: اللہ کے رسول ﷺ عشاء سے پہلے (یعنی مغرب کے بعد) سونے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے مغرب کے بعد سونا مناسب نہیں ہے، اور جہاں تک برکت کم ہونے کی بات ہے تو یہ مجھے کہیں نہیں مل سکی، مغرب بعد سونے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ سونے سے عشاء کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

قبلہ کی طرف پیر کرنا

سوال: کیا قبلہ کی طرف پیر کر کے سونا جائز ہے؟

(ذیشان احمد، نئی دہلی)

جواب: قبلہ کی طرف پیر کر کے سونا ادب کے خلاف ہے۔

انگوٹھی کے استعمال کا مسنون طریقہ

سوال: انگوٹھی کس ہاتھ میں اور کس انگلی پہننی چاہیے؟ اور وہ کس قسم کی ہونی چاہیے؟ پہننے کے وقت اس کا نگ ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے یا پھر باہر کی طرف؟ مردوں کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

(مام جی محمد انس ہاشم، گودھرا)

جواب: آپ ﷺ سے دائیں بائیں دونوں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے البتہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات کثرت سے موجود ہیں۔ انگوٹھی صرف خنصر (چھوٹی انگلی) میں پہننا ثابت ہے۔ پہننے کے وقت اس کا نگ ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے، انگوٹھی چاندی کی ہونی چاہیے اور اس کا وزن ایک مثقال یعنی ۴/ماشہ اور ۴/رتی ہو۔ آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ بھی عام طور پر چاندی ہی کا ہوتا تھا البتہ کسی خاص پتھر کا ہونا بھی ثابت ہے (جیسے حبشی پتھر) نقش ہونا بھی ثابت ہے، بلا ضرورت مردوں کے لیے انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے اور زینت کے لیے پہننا مکروہ ہے۔

سونے کے دانت لگوانا

سوال: کیا سونے کے دانت لگوا سکتے ہیں؟

(ابوالعباس خاں، سی ایس ایم نگر)

جواب: اگر سونے کے علاوہ دیگر دھاتوں کا دانت لگانا ضرر رساں ہو تو سونے کا دانت لگا سکتے ہیں بلا عذر ایسے دانت کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

محمد نفیس خاں ندوی

عبادات میں اعتدال ضروری ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ یعنی ہم نے انسانوں اور جنوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس عبادت کا تعلق انسان کے جسم سے بھی ہے اور اس کی روح سے بھی، اور اسلام نے جس طرح انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال کی تعلیم دی ہے، اسی طرح عبادات میں بھی اعتدال کو ضروری قرار دیا ہے، اور اس میں افراط وتفریط کو کسی بھی طرح پسند نہیں کیا گیا، چنانچہ بندہ جب عبادت میں غلو اختیار کرتا ہے، اور جسمانی تقاضوں کو نظر انداز کر کے اپنی روح پر سختیاں کرتا ہے، اسے مختلف بندشوں اور پابندیوں میں جکڑنے کی کوشش کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ معاشرہ سے کٹتا جاتا ہے اور اپنی ایک الگ دنیا میں پہنچ جاتا ہے جسے ''رہبانیت'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اور رہبانیت پر اسلام نے پرسخت نکیر کی ہے۔ عبادات کا دوسرا پہلو وہ ہے جس میں انسان نہایت سستی، بے رغبتی اور عبادات سے لاتعلقی برتتا ہے، جس کے نتیجہ میں بے دینی اور بے راہ روی کا پیدا ہونا یقینی ہے، یہ دونوں صورتیں اسلامی تعلیم اور عبادات کی روح کے بالکل خلاف ہیں۔

عبادت سے انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے، جب کہ جسم کے لیے مادّی وسائل کو اختیار کرنا پڑتا ہے اور عبادات میں غلو اختیار کرنے سے جسمانی تقاضے متاثر ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس قدر عبادت کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو پاؤں میں ورم آجاتا تھا، امت کو بھی آپ ﷺ نے مجاہدوں کی تعلیم دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کی بھی تلقین کی ہے، اور عبادات میں خود کو تھکانے اور سخت مجاہدے کرنے کی اس حد تک اجازت دی ہے جب تک کہ جسم کے تقاضے متاثر نہ ہوں۔

آپ ﷺ کی عبادتیں وریاضتیں اور اللہ کے حضور آپ ﷺ کی بندگی وغایت درجہ یکسوئی کو دیکھ کر تین صحابہ کرامؓ بے حد متاثر ہوئے، اور انھوں نے سوچا کہ اللہ کے رسول ﷺ جو کہ بخشے بخشائے ہیں، وہ اس قدر مجاہدے کرتے ہیں اور اتنی دیر تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں تو ہم جیسوں کو کتنی عبادت کرنی چاہیے! چنانچہ ان میں سے ایک نے رات بھر نہ سونے اور مسلسل نفلیں پڑھنے کا تہیہ کیا، دوسرے نے اپنی زندگی حالت صوم میں گزارنے کا فیصلہ کیا، اور تیسرے نے پوری زندگی شادی نہ کرنے اور عورت سے کنارہ کش رہنے کا عزم کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا کہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقوی رکھنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی میں فطری تقاضوں کو پورا کرتا ہوں، میں سوتا بھی ہوں، کھاتا پیتا بھی ہوں، اور شادی بھی کرتا ہوں۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "إن لربك عليك حقاً، وإن لنفسك عليك حقاً، ولأهلك عليك حقاً، فأعط كل ذي حقٍ حقهٗ" یعنی تم پر تمہارے رب کے ساتھ ساتھ تمہارے جسم وجان اور تمہارے گھر والوں کے بھی حقوق ہیں، پس ہر ایک کو اس کا حق دو۔

عبادات میں اعتدال کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اسلام اس نظریہ کی نفی کرتا ہے کہ عبادات کے مفہوم میں صرف روزہ، نماز اور حج وغیرہ ہی آتے ہیں، یا خود پر سختی کرنے، غیروں کی طرح اپنے جسم کو اذیتیں پہنچانے یا خود کو کرب انگیز اعمال میں ملوث کرنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ ثواب ملتا ہے، حالانکہ اسلام کے نزدیک اجر وثواب کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اجر وثواب سے خالی نہیں، زندگی کے وہ بہت سارے کام جنھیں ہم دنیوی ضرورتیں سمجھ کر کرتے ہیں اسلام کی نگاہ میں وہ کام بھی اجر وثواب کے مستحق ہیں، بس ضروری ہے کہ وہ سارے کام شرعی ہدایات کے مطابق ہوں، پھر ایک مسلمان اپنے سونے جاگنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے،

تجارت وکھیتی باڑی حتی کہ قضائے حاجت کرنے پر بھی اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، ایک موقع پر حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا تھا: "احتسب في نومتي مااحتسب في قومتي "یعنی مجھے اپنے سونے میں بھی اسی طرح اجر وثواب کی امید ہے جس طرح مجھے اپنے قیام میں ہوتی ہے۔ احادیث میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ بیوی کے منہ میں محبت سے ایک لقمہ رکھنا بھی کارثواب ہے، حتیٰ کہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنے پر بھی اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے تو اس پر اسے ثواب کیوں کر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص ناجائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کرتا تو کیا گنہگار نہ ہوتا؟! یہاں اس نے جائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کی جس پر اس کو اجر ملے گا۔

عبادات میں اعتدال اختیار کرنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کی نظر میں وہ عمل قابل ستائش ہے جس میں مداومت اور ثبات ہو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "احب الأعمال الیٰ الله أدومها وإن قلّ" یعنی اللہ کے نزدیک محبوب عمل وہ ہے جس میں پابندی ہو اگر چہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ عبادت میں پابندی اور استقامت اسی وقت ممکن ہوسکے گی جب کہ اس میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے گا، یعنی انسان کی اپنی بدنی قوت اور جسمانی صلابت واستقامت کے اعتبار سے قابل عمل ہوگا۔ ورنہ زندگی کی الجھنیں، روزمرہ کے مسائل، اور دوسری بھاگ دوڑ کچھ ایسی ہے کہ عبادات کی ایک بڑی مقدار کی پابندی کرنا مشکل ہے، انسان کبھی جوش اور جزبہ میں کسی دن خوب عبادت کرتا ہے، اپنے جسم کو تھکاتا ہے، لیکن دوسرے دن پہلے جیسی صحت اور فرصت کا ملنا یقینی نہیں ہے۔ احادیث میں اعتدال کی جو تعلیم دی گئی ہے وہ اسی لیے ہے کہ ایک مسلمان بندہ اپنے رب کی جو بھی عبادت کرے پورے نشاط و یکسوئی کے ساتھ اور پوری پابندی کے ساتھ کرے۔

اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کی نعمت اسی بے اعتدالی کو دور کرنے کے لیے دی ہے، سال بھر بندہ اپنے رب سے غافل رہتا ہے، عبادتوں میں کوتاہی کرتا ہے، اور نفسانی خواہشات کے پیچھے سرگرداں رہتا ہے، اس مہینہ میں اسے خود کو سنوارنے اور اپنے ایمان کو تازہ کرنے کا موقع ملتا ہے، اسی لیے سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں، عبادتوں پر اجر وثواب کئی کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، اور خدا کی بندگی کا ایک عام سماں باندھ دیا جاتا ہے، بس تھوڑی سی کوشش سے بندہ وہ مراتب حاصل کرسکتا ہے جو سال بھر بھی ممکن نہ ہوسکا تھا، لیکن افسوس کی بات ہے اتنی بڑی نعمت کے ملنے باجود مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس کی ناقدری کرتی ہے، اس مہینہ کے آنے اور جانے سے ان کی زندگیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یہ بڑے ہی خطرہ کی بات ہے، اور خدا کے غضب کا سبب ہے۔

مسلمانون کی ایک تعداد ایسی بھی ہوتی ہے جو اس مہینہ میں عبادت کی بعض چیزوں میں غلو کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، بلا شبہ اس مہینہ میں جس قدر ہوسکے عبادت کرنی چاہیے، لیکن اس کی بھی ایک ترتیب ہونی چاہیے، جس میں جسمانی حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے۔

آج کل مسلمانوں میں ایک عام رواج رمضان کے تین چار دن میں ختم قرآن کا بھی چل پڑا ہے، مختلف مساجد میں محض تین چار دن میں قرآن مجید کا ختم ہوجاتا ہے، یہ طریقہ اسلامی روح اور عبادات میں اعتدال کے خلاف ہے، اس کی اجازت صرف اس وقت دی جاسکتی ہے جب کسی کو یکسوئی کے ساتھ کسی ایک جگہ تراویح پڑھنے کا موقع نہ ملتا ہو، اور اس کی جسمانی صحت اس لائق ہو کہ وہ تین چار دن میں پورا قرآن سن سکے، وہ بھی اس طور پر کہ جو کچھ پڑھا جائے وہ پوری طرح سمجھ میں بھی آئے۔ عام طور پر تین چار دن میں ختم قرآن ایک فیشن بن چکا ہے، اور دیکھا گیا ہے کہ تین چار دن میں قرآن مکمل کرنے والے باقی دنوں کی تراویح سے بھی خود کو بے نیاز سمجھنے لگتے ہیں، جبکہ تراویح پورے مہینہ سنت موکدہ ہے اور قرآن مجید کا ختم کرنا ایک الگ سنت ہے۔ اس لیے اس سلسلہ میں جو کوتاہیاں اور بے اعتدالیاں ہیں ان کو دور کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ رمضان المبارک کا پورا حق ادا ہوسکے اور اس کی نعمتوں اور برکتوں سے ہم پوری طرح مستفید ہوسکیں۔

جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں

"اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ، رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ، ھِلَالَ رُشْدٍ وَ خَیْرٍ"

افطار سے پہلے کی دعا

"یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ"

افطار کی دعا

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ "

"ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰہ"

جب کسی کے یہاں افطار کریں

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْكُمُ الْمَلَائِكَةُ"

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھیں

"سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْهَيْبَةِ وَ الْقُدْرَةِ وَ الْكِبْرِيَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِي الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَ لَا يَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَ الرُّوْحِ، اَللّٰهُمَّ أَجِرْنَا مِنَ النَّارِ، يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ"

جب اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوں

"بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ"

شبِ قدر کی دعا

"اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ"

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Monthly **Payam-e-Arafat** Raebareli

VOLUME 4 | **JULY 2012** | ISSUE 07

اردو مطبوعات

(۱) حدیث نبوی ﷺ (از-علامہ عبدالحی حسنیؒ) 120/-

(۲) قرآنی افادات 250/-

(۳) سیرت رسول اکرم ﷺ 200/-

(۴) رمضان المبارک اور اس کے تقاضے 80/-

(۵) اسلام کے تین بنیادی عقائد 80/-

(۶) مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی 30/-

(۷) مالیات کا اسلامی نظام 30/-

(۸) میری علمی ومطالعاتی زندگی 30/-

(۹) حیات عبدالحی زیر طبع

(۱۰) تذکرہ مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی 50/-

از-حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

(۱۱) مکتوبات مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی (اول) 80/-

(۱۲) مکتوبات مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی (دوم) 150/-

مرتب مولانا حمزہ حسنی ندوی

(۱۳) تاریخ تدوین حدیث (از-علامہ عبدالرشید نعمانیؒ) 110/-

(۱۴) خانوادۂ علم اللہی 150/-

(۱۵) صادقین صادق پور 55/-

(۱۶) مشہد بالاکوٹ (از-حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ) 18/-

(۱۷) قرآن آپ سے مخاطب ہے 50/-

(۱۸) تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ 70/-

(۱۹) جادۂ فکر وعمل (از-مولانا محمد الحسنیؒ) 60/-

(۲۰) امت مسلمہ (رہبر اور مثالی امت) 110/-

از-مولانا محمد رابع حسنی ندوی

(۲۱) تذکرہ مولانا کرامت علی جونپوریؒ 35/-

از-مولانا مجیب اللہ ندویؒ

(۲۲) نیک صحبت کی ضرورت (از-مولانا عبداللہ حسنی ندوی) 22/-

(۲۳) حدیث کی روشنی 30/-

(۲۴) سوانح مفکر اسلامؒ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی 200/-

(۲۵) حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی
دعوت وفکر کے اہم پہلو 140/-

(۲۶) اصلاح معاشرہ (از-بلال عبدالحی حسنی ندوی) 80/-

(۲۷) تجہیز وتکفین کتاب وسنت کی روشنی میں 60/-

(۲۸) مسلکی اختلافات اور راہ اعتدال 150/-

از مفتی راشد حسین ندوی

عربی کتب

(۲۹) تنویر الآفاق فی شرح تهذیب الأخلاق زیر طبع

(۳۰) الهند فی العهد الإسلامی زیر طبع

(۳۱) الغناء فی الإسلام (از-علامہ عبدالحی حسنی) 65/-

(۳۲) إذا هبت ریح الإیمان 80/-

از-حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی

(۳۳) شرح نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر 140/-

از-علامہ وجیہ الدین گجراتی

(۳۴) مع الحقیقة 50/-

(۳۵) أضواء علی الطریق (از-مولانا محمد الحسنیؒ) 50/-

(۳۶) مبادی و أصول فی علم حدیث الرسول ﷺ 18/-

از-بلال عبدالحی حسنی ندوی

(۳۷) الفقه المیسر (از-مفتی راشد حسین ندوی) 200/-

انگریزی کتب

(38)The Economic Order In Islam Rs.30/-
By Maulana Abul Hasan Ali Nadwi
(Translated By Ehsanul Haque Nadwi)

(39)Muhammad-The Last Prophet Rs. 170/-
By Maulana Abul Hasan Ali Nadwi
(Translated by Shah Ebadur Rahman)

Designed by Mohammad Makky Hasani Nadwi

رابطہ:
Sayyid Ahmad Shaheed Academy
Mob: 9918385097

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI

Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli, U.P.
Mobile: 9918385097, 9918818558
E-Mail: markazulimam@gmail.com
www.abulhasanalinadwi.org

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi
On Behalf of: Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi
Printed at S.A. Offset Printers, Masjid ke peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli, U.P.